پاکستان آزادی کے پچاسویں سال میں

منشورات

اگست 1997

فیسر خورشید احمد

profkhurshidahmad.com all rights reserved

پاکستان

آزادی کے پچاسویں سال میں

پروفیسر خورشید احمد

منشورات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سال پاکستان اپنی زندگی کے پچاسویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔

پاکستان کا قیام ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ سے پہلے دنیا کے سیاسی نقشے پر اس نام کا کوئی ملک موجود نہ تھا، جیسے مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ۔ بلاشبہ برعظیم میں مسلمان پہلی صدی ہجری سے موجود تھے اور انگریزوں کی آمد سے پہلے اس ملک میں تقریباً نو سو سال تک ان کی حکومت رہی، لیکن برطانوی استعمار کے غلبہ کے بعد اس علاقے کی سیاسی اور نظریاتی حیثیت بدل گئی۔

تحریک پاکستان کی بنیادیں

پاکستان کے لیے تحریک اٹھی تو وہ، ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ممالک کے نمونہ سے ہٹ کر، محض وطن کی آزادی کے لیے نہیں تھی، بلکہ ایک ایسے ملک کو وجود میں لانے کے لیے تھی جو برصغیر کے مسلمانوں کا نظریاتی اور تہذیبی مرکز بن سکے۔ اصل ہدف ایک ایسی آزاد مملکت کا قیام تھا جہاں مسلمان اپنے عقائد و نظریات، قانون و اقدار، تہذیب و ثقافت اور اپنی روایات و تاریخ کی روشنی میں ایک نیا معاشرہ اور نئی ریاست تعمیر کر سکیں۔ اس تحریک نے مغرب کے غالب سیاسی تصورات یعنی سیکولرزم، لبرلزم اور علاقائی قومیت کو چیلنج کیا اور دین و دنیا کی وحدت اور اسلام کے عالمگیر مشن کی بنیاد پر ایک ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کی۔ اس جدوجہد سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو پاکستان کے قائم ہونے کی صورت میں پہلی اور بڑی روشن مثال وجود میں آئی۔ ایک مستشرق کے الفاظ میں: مسلمانانِ ہند کا پاکستان کے حق میں فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے فیصلے کے مماثل تھا۔

قائداعظمؒ نے پاکستان کے اس نظریے اور بنیاد کو بہت دوٹوک الفاظ میں بیان کیا تھا۔ اس بات کی مزید تشریح قیام، پاکستان سے پہلے اور اس کے بعد، مسلسل کی۔ ان کا ارشاد تھا:

"اسلام ہمارا بنیادی اصول اور حقیقی سہارا ہے۔ ہم ایک ہیں اور ہمیں ایک قوم کے طور پر آگے بڑھنا ہے۔ تب ہی ہم پاکستان کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوں گے"۔

"پاکستان کا مطلب محض آزادی نہیں ہے بلکہ مسلم نظریہ حیات کا تحفظ ہے جو ہمیں

ایک قیمتی تحفہ اور خزانے کے طور پر ملا ہے۔ اور جس میں ہمیں امید ہے کہ دوسرے بھی ہمارے ساتھ شریک ہوں گے؟"

"مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں، جہاں وہ اپنے طریقہ حیات، اپنی ثقافت، روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں۔ ہمارا مذہب، ہماری ثقافت اور ہمارے اسلامی مقاصد، حصول آزادی کے لیے ابھارنے والی اصل قوتیں ہیں"۔

(Some Recent Speeches and Writings of Mr. Jinnah ed by M.A. Jamil, Lahire pp 89 ,366 ,367)

اگر ہم بات علم سیاست کی زبان میں کہیں تو یہ دعویٰ بجا ہو گا کہ پاکستان کا قیام دراصل ایک معاہدہ عمرانی (social contract) کا نتیجہ ہے، جو تحریک پاکستان کی قیادت نے صرف پاکستان کا حصہ بننے والے علاقوں کے مسلمانوں ہی سے نہیں، بلکہ پورے برصغیر کے مسلمانوں سے کیا تھا۔ اسی لیے، اس معاہدہ عمرانی کا پہلا اور سب سے بنیادی دستوری مظہر قرارداد مقاصد کی صورت میں نمودار ہوا، جس کو دستور ساز اسمبلی نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ کو منظور کیا، اور جسے بجا طور پر دستور کی اساس، قومی چارٹر اور اعلیٰ ترین قانون قرار دیا جاسکتا ہے۔

تخلیق پاکستان کے مقاصد

پاکستان کا ظہور ایک ایسا تاریخ ساز واقعہ ہے جس کے بڑے دور رس اثرات نہ صرف برصغیر پر بلکہ پورے عالم اسلام پر بھی مرتب ہوئے۔ ہم آگے بڑھنے سے پہلے اس کے چند اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ ضروری سمجھتے ہیں۔

قیام پاکستان کا پہلا اور سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے دور حاضر میں برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی خودی کو پہچانا اور اس طرح اپنے حقیقی وجود کو پایا۔ اس نے اہل پاکستان کو ان کا اصل تشخص دیا تھا۔ کانگریس اور سامراجی قوتیں جو خطرناک کھیل کھیل رہی تھیں، وہ ناکام ہوئیں اور مسلمانوں نے اپنے اصل تشخص کی بقا اور استحکام کے لیے جان کی بازی لگادی۔ انھوں نے بھی جن کو اس جدوجہد کے نتیجہ میں سیاسی آزادی ملی اور انھوں نے بھی جو جانتے تھے کہ سامراج کے رخصت ہونے کے بعد وہ خود حقیقی آزادی کی روشن صبح سے محروم رہیں گے۔ ان کو یہ یقین تھا کہ مسلمانوں کی ایک ایسی آزاد مملکت قائم ہوگی جو اسلام کا مظہر اور سارے مظلوم انسانوں کا سہارا ہوگی۔ نظریاتی وطن کے قیام کی اس کامیاب جدوجہد نے مغرب کی لادینی قومیت کے بت کو پاش پاش کر دیا اور ملت

اسلامیہ پاک و ہند نے اقبال کا ہم زبان ہو کر انسانیت کے لیے ایک نئے روح پرور تشخص کی یافت سے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

قیام پاکستان کا یہی وہ پہلو ہے، جس نے ۱۹۴۷ کے بعد پوری مسلم دنیا میں اسلامی ریاست اور اسلامی تہذیب و تمدن کے احیا کی ایک رو دوڑائی۔ مصر ہو یا شام، انڈونیشیا ہو یا ملائیشیا، ترکی ہو یا سوڈان، ایران ہو یا افغانستان --- غرض، عالم اسلام کے جس گوشہ میں شریعت کے احیا کی تحریکیں موجود تھیں یا نمودار ہوئیں، پاکستان کی قرارداد مقاصد اور اسلامی احیا کی سعی و جہد کو بطور مشعل راہ کے پیش کیا گیا۔

قیام پاکستان کا دوسرا اہم پہلو یہ تھا کہ اس کے نتیجہ میں ایک طرف اہل پاکستان نے غلامی کی زنجیریں توڑیں، دوسری طرف برصغیر کے مسلمانوں کو امن کی جگہ میسر آئی۔ برعظیم کے مسلمانوں کے ایک بڑی تعداد "بہ ترک وطن سنت محبوب الٰہیؐ" پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھر بار چھوڑ کر اس نئے ملک کی تعمیر کے لیے سرگرم عمل ہو گئی۔ جس جذبے اور جن عزائم سے یہ ترک و اختیار، کے واقع ہوئے، وہ ہماری تاریخ کا نہایت ہی ایمان افروز اور روشن باب ہے۔ یہی وہ جذبہ تھا، جس نے پاکستان کو ان اولیں ایام میں ان تمام خطرات کا مقابلہ کرنے کے لائق بنایا، جو اس نوزائیدہ ملک کو درپیش تھے اور جن حوادث کا ہدف اس غنچہ کو پھول بننے سے پہلے ہی مسل دینا تھا۔ آزادی خود ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا پورا ادراک انھی لوگوں کو ہو سکتا ہے، جنھوں نے غلامی کی تاریک رات کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے۔ آزادی کی شکل میں جو نعمت آج اہل پاکستان کو حاصل ہے وہ ہر دوسری نعمت سے زیادہ قیمتی اور حیات بخش ہے۔

اس تحریک کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ یہ ایک عوامی اور جمہوری تحریک تھی۔ قائداعظمؒ نے مسلمان عوام کو بیدار اور منظم کیا اور سب کچھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے عوامی قوت اور تائید کے ذریعہ سات سال کی قلیل مدت میں وہ کام کر دکھایا جسے دوسرے، قرنوں میں بھی انجام نہ دے سکے۔ تحریک پاکستان ایک عوامی تحریک تھی۔ جن کی نظر تحریک پاکستان کی تاریخ پر ہے، وہ جانتے ہیں کہ سیاسی اشراف (elites) نے کس کس طرح اس تحریک کا راستہ روکا اور سازشوں کے جال بنے۔ لیکن اللہ کے فضل سے قائداعظمؒ کی قیادت۔ اور عوام کی تائید و اعانت نے اس تحریک کو آزادی کی منزل سے ہمکنار کیا۔

اس تحریک کا چوتھا پہلو یہ تھا کہ قیام پاکستان اس تحریک کی آخری منزل نہیں تھا بلکہ پہلا سنگ میل تھا۔ اصل ہدف ایک ایسے معاشرہ اور ریاست کا قیام تھا' جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا سچا وفادار اور ان تعلیمات کا آئینہ دار ہو' جو انھوں نے انسانیت کو عطا کی ہیں۔ جس میں اخلاقی اقدار کو بالادستی حاصل ہو' جہاں فرد کے حقوق کی پوری حفاظت ہو' جہاں ہر مرد اور ہر عورت کی جان' مال اور آبرو محفوظ ہو' جہاں تعلیم کی روشنی سے ہر فرد نور حاصل کر سکے۔ جہاں قانون کی حکمرانی ہو۔ جہاں کے حلال رزق اور معاشی ترقی کے مواقع تمام انسانوں کو حاصل ہوں' جہاں عدل اجتماعی کا بول بالا ہو اور جہاں ریاست اور اس کے کارپرداز عوام کے خادم ہوں۔ اسلام اور اس کے دیئے ہوئے جمہوری اور عادلانہ نظام کا یہ تصور تھا' جس نے مسلمانوں کو اس تحریک میں پروانہ وار شریک کیا تھا اور وہ برملا کہتے تھے ہم کو ایک بار پھر اس دور کا احیا کرنا ہے جس کی مثال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدینؓ نے قائم کی تھی۔

آیئے' قیام پاکستان کے ان مقاصد اور عزائم کے پس منظر میں پچاسویں سال کے آغاز پر اس امر کا جائزہ لیں کہ پاکستانی قوم اور اس کی قیادتوں نے کہاں تک ان اہداف کی طرف پیش قدمی کی اور ملک عزیز کو کون سے مسائل' خطرات اور چیلنج درپیش ہیں۔ نیز ان حالات میں اصل منزل کی طرف پیش رفت کے لیے صحیح حکمت عملی اور لائحہ عمل کیا ہے۔

آزادی کے خواب پریشان ہوئے

تحریک پاکستان اور تاریخ پاکستان کے معروضی تجزیہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قیام پاکستان کا اصل کریڈٹ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کے بعد اگر کسی کو جاتا ہے تو وہ قائداعظم کی فراست و قیادت اور مسلمان عوام کا جذبہ اور قربانی ہے۔ آزادی کے فوراً بعد ان کی بیماری اور وفات نے ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی' جس میں وہ کھوٹے سکے' جو ان کے گرد جمع تھے' اقتدار پر قبضہ جما کر ریاست کی مشینری کو بالکل دوسرے ہی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے لیے میدان میں آگئے۔

پہلے وزیراعظم کو گولی کا نشانہ بنا کر قومی منظر سے ہٹا دیا گیا' دوسرے وزیراعظم کو برطرفی کی تلوار سے نکال باہر کیا گیا۔ جب کہ ان کے مخلص ساتھیوں کو سازشوں کے ذریعہ غیر موثر کر دیا گیا' اور چند ہی سال میں بساط سیاست ایسی بدلی کہ اصل نقشہ درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ طبقہ' جس نے مختلف صورتوں میں برطانوی اقتدار کی چاکری کی تھی' خواہ اس کا تعلق سول اور ملٹری انتظامیہ سے ہو' یا سیاسی کوچہ گردوں کے قبیلے سے'

اقتدار کے ہر میدان پر قابض ہو گیا۔ قانون اور ضابطے کا احترام ختم ہو گیا۔ منتخب دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا گیا۔ انتظامیہ اور پولیس کو سیاسی قیادت نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا، جو بالاخر انھی کے ہاتھوں اسیر ہو کر رہ گئی۔ فوج کو بھی سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا۔ عدلیہ نے کچھ مزاحمت کی، لیکن اسے بھی لگام دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ ۹ سال بعد پہلا دستور بنا، جسے ۲ ہی سال کے بعد توڑ دیا گیا، اور دستور شکنی کی ایک ایسی ریت چل پڑی، جس کے مذموم اثرات سے آج بھی نجات ممکن نہیں۔ جس احساس تشخص نے قوم کو جوڑا تھا، اس پر ہر طرف سے تیشہ چلایا گیا: لادینی نظریات، علاقائیت، لسانیت، برادری کا تعصب، قبائلیت غرض کون سا تیشہ ہے جو اس پر نہ چلایا گیا ہو۔ آزادی کے بعد ۲۳ سال تک بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب نہ کرائے گئے۔ جس کے نتیجے میں علاقائی تعصبات نے سیاست کو آلودہ کیا اور قومی سیاست کی گاڑی پٹڑی سے اتر گئی۔ مغربی اور ہندو تہذیب کو رواج دینے کی دانستہ کوشش کی گئی۔ معاشی ترقی کا وہ راستہ اختیار کیا گیا جس نے ملک کو ایک طرف طبقاتی تصادم میں مبتلا کیا تو دوسری طرف مغرب کے سودی سامراج کے چنگل میں اس طرح گرفتار کرایا کہ آج ملک ۲۸ بلین ڈالر کے بیرونی اور ۸۰۰ ارب روپے کے اندرونی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ملک کا ہر فرد ۱۵ ہزار روپے سے زیادہ کا مقروض ہے، اور پیدا ہونے والا ہر بچہ اپنے کندھے پر اس قرض کا بوجھ لے کر اس دنیا میں آرہا ہے۔

فوج کے انگریز سربراہ نے قائداعظم کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور کشمیر کے بڑے حصے پر بھارت اصلاً فوجی قوت کے ذریعے ایک غیر قانونی (illegitimate) وثیقہ الحاق کا سہارا لے کر قابض ہو گیا اور آج تک قابض ہے۔ کشمیر کے عوام بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف مسلسل سرگرم جہاد ہیں۔ لیکن پاکستان کی ہر قیادت ان کی موثر مدد کرنے میں ناکام رہی ہے اور مقبوضہ کشمیر میں ۸۰ لاکھ سے زیادہ مسلمان مسلسل ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں اور مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔

پاکستانی قیادتوں کی مسلسل غلط کاریوں اور عاقبت نا شناس پالیسیوں کے نتیجے میں بھارت کو موقع ملا کہ کشمیر کے بعد مشرقی پاکستان کو بھی قوت کے ذریعے پاکستان سے الگ کر دے۔ اس طرح دسمبر ۱۹۷۱ میں پاکستان کو دولخت کر دیا گیا۔ ستم بالائے ستم کہ ہم آج تک "شکست رشتہ تسبیح" کے اصل ذمہ دار کا محاسبہ بھی نہیں کر سکے۔

آزادی کے ۴۹ برسوں میں ۲۴ برس تک وطن عزیز مارشل لا کی گرفت میں رہا اور باقی ایام بھی حقیقی جمہوریت سے بالعموم محروم رہے۔ پاکستان کا اصل المیہ ہی یہ ہے کہ

آج تک اقتدار حقیقی معنوں میں عوام کی طرف منتقل نہیں ہوا، اور زندگی کے ہر شعبہ پر ایک مخصوص گروہ مسلط ہے۔ آبادی کے پانچ فی صد سے بھی کم افراد قومی دولت کے بڑے حصہ پر قابض ہیں۔ زمین کا ۹۰ فی صد صرف ۱۰ فی صد کے پاس ہے۔ ۱۰ ہزار بڑے خاندان ہیں جو زمین کے ۵۰ فی صد سے زیادہ کے مالک ہیں۔ اور ان کے مالکانہ حقوق مسلمانوں سے غداری کے صلے میں انگریز کا عطیہ ہیں۔ تقریباً دو ہزار خاندان ہیں جو ۱۹۵۰ سے اب تک سیاست پر چھائے رہے۔ اور جو بھی حکمران ہو، کوئی بھی پارٹی ہو یا فوج ہو--- ہر زمانے میں اقتدار انھی گنے چنے افراد کو حاصل رہا ہے۔ نئی صنعت اور تجارت کا حال بھی مختلف نہیں۔ اس میدان میں بھی وہی چند ہزار خاندان دولت کی کنجیوں کے مالک ہیں۔ سیاست ہو یا معیشت، ہر میدان میں وراثت کا اصول جاری و ساری ہے اور محنت اور میرٹ کا ہر قدم پر خون کیا جا رہا ہے۔

بگاڑ کے تشویش ناک پہلو

اس ہمہ گیر بگاڑ کے تین بڑے ہی تشویش ناک پہلو ہیں۔ پہلا اخلاقی بگاڑ جو خود سرکاری سرپرستی میں منظم اور ہمہ گیر کوششوں کے نتیجہ میں بد سے بدتر صورت اختیار کر رہا ہے اور ظلم اور بد اخلاقی اس مقام کو چھو رہی ہے جہاں سے کارواں کے دل سے احساس زیاں بھی رخصت ہوتا نظر آتا ہے۔ کرپشن کا دور دورہ ہے جو تقریباً ہر سطح پر طریق حیات بنتی جا رہی ہے حتیٰ کہ بین الاقوامی ادارے بھی پاکستان کو دنیا کے دو یا تین سب سے زیادہ کرپٹ ملکوں میں شامل کر رہے ہیں۔ ملکی اور عالمی ذرائع ابلاغ سب ہی اسلامی شعائر اور معاشرے کی مسلمہ اقدار و آداب کو پامال کرنے میں مصروف ہیں۔ تعلیم کے نظام نے صرف علم ہی کی رسوائی کا سامان نہیں کیا ہے، اخلاق کا بھی جنازہ اٹھا دیا ہے۔ روایات کے بندھن کھل رہے ہیں اور اباحت اور آزادروی کا سیلاب امنڈ رہا ہے۔ اور بچشم سر دیکھا جا سکتا ہے کہ اس کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

دوسرا تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ افراد کے اس اخلاقی بگاڑ کے ساتھ ساتھ ملک وملت کے ہر اس ادارہ کو تباہ کیا جا رہا ہے جو قوم کی کشتی کو لنگر کی طرح تھامتا ہے۔ دستور ہو یا قانون، پارلیمنٹ ہو یا انتظامیہ، عدلیہ ہو یا پولیس، سول سروس ہو یا لوکل باڈیز، تعلیم ہو یا ذرائع ابلاغ حتیٰ کہ قوم کا آخری سہارا یعنی خاندان--- ہر ایک کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ جن اداروں کو بڑی محنت اور قربانی سے استعمار کے اقتدار کے باوجود محفوظ رکھا گیا تھا، آج ان کی چولیں ہل گئی ہیں اور دیواریں گر رہی ہیں۔

بگاڑ کا تیسرا پہلو پالیسی سازی کے سارے عمل اور فیصلہ کرنے والے اداروں اور افراد کا بیرونی اثرات کے تابع ہونا ہے جس سے ملک کی سیاسی اور نظریاتی آزادی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ معاشی پالیسیاں بیرونی ساہوکاروں کے ہاتھوں گروی رکھ دی گئی ہیں اور اب ورلڈ بنک اور آئی۔ایم۔ایف کا دخل اتنا بڑھ گیا ہے کہ ملک کا بجٹ ملک کی پارلیمنٹ نہیں، ان اداروں کے احکام کے مطابق بنایا جارہا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ خود وزیراعظم کے معاشی مشیر، تجار اور صنعت کاروں سے کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ کو اپنی سفارشات کو منظور کرانا ہے تو آئی۔ایم۔ایف کے کارپردازوں سے بات کریں! یہی حال قانون سازی کا ہے۔ قانون بناتے ہوئے یہ نہیں دیکھا جارہا کہ ملک وملت کا مفاد کیا ہے یا، اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمان کیا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ امریکہ اور مغرب کس بات پر خوش ہوگا اور کس پر نکتہ چین۔ چونکہ مغرب نے آج کل فنڈ امنٹلزم اور تشدد کا ہوا کھڑا کر رکھا ہے اس لیے ہم نہ صرف قسمیں کھا رہے ہیں کہ ہم فنڈ امنٹلسٹ نہیں ہیں بلکہ ہر قانون اور اخلاقی قدر کو پامال کرکے واشنگٹن اور اس کے گماشتوں کے آگے ناک رگڑ رہے ہیں اور انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ان بھیڑیوں اور درندوں کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ خود اقتدار میں آنے اور اقتدار میں رہنے کے لیے عوام اور پارلیمنٹ کی بجائے واشنگٹن کی اشیرباد حاصل کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

غرض سیاست، معیشت اور ثقافت وتمدن ہر میدان میں ہم اپنی آزادی اور حاکمیت پر سمجھوتے کر رہے ہیں اور جو کچھ مسلمانان پاک وہند نے اپنی جان، مال اور آبرو کی قربانی دے کر حاصل کیا تھا اسے چند طالع آزما اپنے مفاد کی خاطر مسلسل داؤ پر لگاتے چلے آرہے ہیں اور آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔

یہ ہے وہ حالت زار جس میں آزادی کے ۴۹ سال کے بعد ماضی کے کچھ فوجی اور ماضی اور حال کی کچھ نام نہاد جمہوری قوتوں کی حکمرانی کے طفیل پاکستان اور اہل پاکستان مبتلا ہیں۔ وہ ملک جو پوری ملت اسلامیہ کے لیے نئی امیدوں اور ایک روشن مستقبل کا پیغام لے کر سیاسی افق پر رونما ہوا تھا اسے ان اتھاہ تاریکیوں میں پہنچا دیا گیا ہے اور بگاڑ اس انتہا کو پہنچ گیا ہے جہاں لوگ خود ملک کے مستقبل کے بارے میں مایوس ہونے لگے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ

ایسا حبس کہ لو کی دعا مانگتے ہیں لوگ!

نہیں ہے ناامید اقبال

صورت حال کے بگاڑ اور تاریکی کی شدت کا انکار حقیقت کے انکار اور عاقبت نااندیشی کے مترادف ہو گا۔ لیکن ہماری نگاہ میں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے بھی کہ مایوسی کفر ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ حالات کیسے ہی خراب کیوں نہ ہوں، مومن کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتا (لاتقنطوا من رحمة الله) ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مخلص انسانوں کی قربانیوں کو کبھی رائیگاں نہیں کرے گا جن کے خون اور عصمتوں کی قربانی سے یہ ملک عزیز وجود میں آیا ہے۔ اس لیے بھی کہ تاریخ کا یہی فیصلہ ہے کہ بگاڑ کی قوتیں ایک خاص حد پر پہنچنے کے بعد شکست و ریخت کا نشانہ بنتی ہیں اور خیر اور صلاح کی قوتیں بالاخر غالب ہوتی ہیں۔ جس طرح زوال اور انتشار ہماری تاریخ کی ایک حقیقت ہے اسی طرح تجدید اور احیا بھی ایک درخشاں حقیقت ہیں۔

گھبرائیں نہ ظلمت سے گزرنے والے آغوش میں ہر شب کے سحر ہوتی ہے

ذرا برعظیم ہی کی تاریخ کو ذہن میں تازہ کر لیجیے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال اور برطانیہ کے غلبہ کے بعد کیا حالت تھی۔ وقت کا نقیب بجا طور پر کہہ رہا تھا کہ

ظلمت کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

تاریکی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے تعلیمی ادارے میں نعوذ باللہ خدا کا جنازہ نکالا گیا اور الحاد اور سوشلزم کا کھلے بندوں پرچار ہوا۔ مسلمانوں کی شدھی کی گئی اور ان کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ لیکن پھر چشم تاریخ نے دیکھا کہ حالات بدلے اور ایک نئی تحریک ابھری اور مسلمان آزادی سے ہمکنار ہوئے۔ کشمیر میں ہندوستان کی فوجوں کی قوت اور ظلم و غارت گری کو دیکھیے اور یہ بھی دیکھیے کہ کس طرح چند ہزار نوجوانوں نے ایمان اور عزم راسخ کے ذریعے سات لاکھ فوجیوں کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔ افغانستان میں روس کس زعم کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن دیکھیے کہ دس سال کے اندر حالات نے کیسا پلٹا کھایا اور نہ صرف یہ کہ روسی افواج افغانستان سے پسپا ہوئیں بلکہ خود اشتراکیت صرف افغانستان ہی سے نہیں خود اپنے مستقر سے پسپا ہونے پر مجبور ہوئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عالمی نظریے اور سوپر پاور کا شیرازہ بکھر گیا۔

سیکولر قوتوں کی پسپائی

خود پاکستان کے حالات پر اگر آپ غور کریں تو صاف نظر آئے گا کہ یہاں لادینی

قوتوں نے ہر زمانہ میں طرح طرح سے اسلام کو نشانہ بنایا مگر بالاخر منہ کی کھانا پڑی ۔ سیکولر طبقے کو مجبوراً دستور میں اسلام کی بالادستی کے اصول کو تسلیم کرنا پڑا۔ ایک نیم فوجی آمر نے بڑے طمطراق سے کہا تھا کہ سارے مولویوں کو کشتی میں بٹھا کر ملک سے رخصت کر دیا جائے گا لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ اہل ایمان تو مضبوط رہے لیکن اس آمر ہی کو ملک سے فرار ہونا پڑا۔ ایک دوسرے فوجی آمر نے بڑے دعوے کے ساتھ فرد واحد کا بنایا ہوا دستور ملک پر مسلط کیا اور پاکستان کے نام سے "اسلامی" اور دستور سے "قرارداد مقاصد" کو نکالنے کا اعلان کیا لیکن دو سال کے اندر اندر خود اس کو پسپا ہونا پڑا۔ پاکستان کا اصل اسلامی نام بھی بحال ہوا اور قرارداد مقاصد بھی دستور کا حصہ بن گئی اور خود اس ہی کے ہاتھوں بنی ۔ پھر ایک سول مارشل لا ایڈ منسٹریٹر نے باقاعدہ "سوشلسٹ پاکستان" کا نعرہ ہی نہیں لگایا بلکہ دستور کا مسودہ بھی اسمبلی میں پیش کر دیا جس میں پاکستان کو سوشلسٹ اسٹیٹ بنانے کا اہتمام کیا گیا تھا مگر چند ہی ماہ میں اسے اسلام کی کڑوی گولی نگلنا پڑی اور پاکستان اسلامی جمہوریت قرار دے دیا گیا اور دستور کی اسلامی دفعات اپنے اصل رنگ میں جلوہ افروز ہوئیں بلکہ ایک ایسی اسمبلی نے جس پر سیکولر عناصر کا غلبہ تھا' وہ دستوری ترمیم بھی متفقہ طور پر منظور کی جس نے ختم نبوت کے تمام باغیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا۔ اس طرح جدید تاریخ میں پہلی بار مسلمان کی تعریف دستور کا حصہ بنی۔

الحمدللہ فوجی یا سول آمریت کے ہر دور کا انجام بالاخر آمروں کی شکست اور عوام کی فتح کی صورت میں ہوا۔ نشیب و فراز زندگی کا حصہ ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر نشیب کے بعد فراز اور ہر پستی کے بعد بلندی کا ظہور ہوتا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

عالمی پس منظر میں ایک اور مثال بھی قابل غور ہے ۔ پاکستان نے جب عزم صمیم کے ساتھ اپنے دفاع کے لیے نیوکلیر ٹیکنالوجی کے حصول اور ترقی کا فیصلہ کیا تو آپ نے دیکھا کہ تمام عالمی دباؤ' ہر طرح کی مزاحمت اور پابندیوں کے باوجود اللہ کے فضل اور ہمارے سائنس دانوں کی محنت شاقہ کے نتیجے میں خود اپنے وسائل سے کس طرح ملک نے صرف آٹھ نو سال میں وہ کچھ حاصل کر لیا جسے بڑے بڑے ترقی یافتہ اور طاقتور ملک بھی پندرہ بیس سال میں حاصل کر سکے تھے ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ' یہ اللہ کا فضل ہے اور جسے چاہتا ہے وہ عطا کرتا ہے۔

جہاں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں وہاں یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کوشش اور جدوجہد اور قربانی کے بغیر حالات تبدیل نہیں کرتا۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں سعی و جہد ہی پر نتائج کا انحصار ہے۔ بلاشبہ اللہ کی مدد اور نصرت اصل فیصلہ کن قوت ہے لیکن یہ بھی اللہ ہی کی سنت ہے کہ وہ اپنی نصرت سے انھی کو نوازتا ہے جو اس کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں اور جو ایمان اور احتساب کے ساتھ اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ سعی انسان پر لازم ہے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

بگاڑ کے اسباب

حالات کی اصلاح اور وقت کے دھارے کو موڑنے کے لیے جس لائحہ عمل کی ضرورت ہے اس پر گفتگو کرنے سے پہلے آیئے، نہایت اختصار کے ساتھ ان موٹے موٹے اسباب کو متعین کریں جو بگاڑ کا سبب ہیں۔

خدا سے عہد شکنی، تباہی کا راستہ

بگاڑ کا پہلا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ سے بے وفائی اور اس عہد کی وعدہ خلافی ہے جو تحریک پاکستان کے دوران خدا اور خلق سے کیا گیا تھا۔ بلاشبہ دستور کی حد تک عوامی دباؤ کے تحت اسلام کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا لیکن عملاً زندگی کے کسی بھی میدان میں شریعت کی بالادستی کو قائم نہیں کیا گیا اور نہ ہی ایسی لیڈرشپ کو بروئے کار آنے دیا گیا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفادار اور ان کے احکام کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ کی تشکیل جدید کرنے کا جذبہ اور صلاحیت رکھتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ اخلاص اور ایمان کی حامل قوتوں کی مدد فرماتا ہے یا اپنی مشیت کے مطابق کفر اور بغاوت کرنے والوں کو بھی کام کا موقع دیتا ہے لیکن نفاق اور دوغلے پن کے ذریعے کبھی کسی بازی کو سر نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہم نے نام تو اسلام کا لیا لیکن عملاً اسلام سے انحراف کے ہر راستہ کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہم کیا دھوکہ دیتے، بس اپنے ہی کو دھوکہ دیا اور قوم کو ایک کے بعد دوسری مصیبت میں گرفتار کیا۔

ہمارے لیے ترقی کا ایک ہی راستہ ہے کہ من حیث القوم ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی اس روش پر توبہ کریں اور ایسی قیادت کو بروئے کار لانے کی سعی کریں جو اسلام کے بارے میں مخلص بھی ہو اور یہ صلاحیت بھی رکھتی ہو کہ کسی سمجھوتے کے بغیر حکمت کے ساتھ اسلام کے اصول و مقاصد کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں کی تشکیل نو کر سکے۔

مفاد پرست طبقے کی گرفت، بربادی کی راہ

دوسرا اہم مسئلہ، جو بڑی حد تک بگاڑ کے پہلے سبب کی بنیاد ہے وہ قوم کا دو بڑے طبقوں میں بٹ جانا ہے۔ ان پچاس برسوں میں ایک ایسا مفاد پرست طبقہ وجود میں آگیا ہے جو لوکل باڈیز سے لے کر اقتدار کے اعلیٰ ترین اداروں تک چھایا ہوا ہے۔ یہ وہی طبقہ ہے جسے سامراجی دور میں قیادت کے منصب پر لایا گیا تھا اور جو بیرونی استعمار کے آلہ کار کے طور پر اپنی ہی قوم کو غلام بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ بیشتر زمینداروں اور جاگیرداروں کا تعلق اسی طبقے سے ہے۔ پھر سول اور ملٹری بیوروکریسی کا بڑا حصہ بھی اسی طبقے سے متعلق ہے۔ نیا سرمایہ دار اور بورژوائی طبقہ جو معاشی ترقی اور بیرونی امداد کے سہارے ابھرا وہ بھی اسی طائفے میں شامل ہو گیا۔ مغربی اقوام نے بھی اسی طبقے کو ذریعہ بنایا، اسی کو مضبوط کیا اور اسی کی نئی نسلوں کو تعلیم، تربیت اور وسائل سے مالا مال کر کے قوم پر ایک ایسی قیادت کے نسل در نسل مسلط رکھنے کا اہتمام کیا جو ملت اسلامیہ کے مقاصد سے ناآشنا، اس کے مزاج سے ناواقف، اس کے اخلاق اور شعائر سے نابلد اور اپنے ذاتی مفاد اور مغربی اقوام کے اغراض و مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل ہے۔

یہ ہے وہ طبقہ جو عوام اور اقتدار کے درمیان حائل ہے اور اس کی وجہ سے آج تک اقتدار عوام کی طرف حقیقی معنی میں منتقل نہیں ہوا۔ یہ تعلیم کے فروغ کی راہ میں حائل ہے، اس نے معاشی لوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے، اس نے صحیح ترقیاتی ترجیحات پر کبھی عمل نہیں ہونے دیا، اس نے قومی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے۔ اس کے سامنے صرف اپنا مفاد ہے۔ اور مفاد کی طمع نے اسے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ یہ بھی نہیں دیکھتا کہ اس طرح وہ اس ملک ہی کو تباہ کر رہا ہے جس کی بقا اور ترقی میں سب کے لیے حیات ہے اور جس کی تباہی سب کے لیے موت کا پیغام ہے۔

قانون شکنی کی روش، زوال کا راستہ

خرابی کی تیسری بڑی وجہ دستور اور قانون کے احترام کی کمی ہے۔ جن کے ذمہ قانون کی بالادستی کا قیام ہے وہی اس کو سب سے زیادہ توڑنے کا باعث ہیں۔ بار بار دستور کے توڑنے کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دستور اور قانون کا احترام باقی نہیں رہا ہے۔ احتساب کا کوئی موثر نظام موجود نہیں ہے جو دستور اور قانون کے توڑنے والوں اور قومی خزانہ کو لوٹنے والوں کی موثر گرفت کر سکے۔ میرٹ کا اصول ختم ہو گیا ہے اور سفارش مشکل کشا

ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس نے سول حکومت کے پورے نظام کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ سول ایڈمنسٹریشن اور پولیس کا سیاسی مقصد کے لیے استعمال کھلم کھلا ہو رہا ہے۔

قیادت کی خرابی، خرابیوں کی جڑ

بگاڑ کا چوتھا سبب اقتدار کا ارتکاز ہے۔ جمہوریت محض الیکشن کا نام نہیں۔ جمہوریت تو عبارت ہے قانون کی حکمرانی، تقسیم اور توازن اختیارات، اجتماعی محاسبہ، حقوق کے احترام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مواقع کی موجودگی، عدلیہ کی آزادی اور صاف ستھری اور کھلی حکومت سے۔ اور یہی چیزیں ہمارے یہاں مفقود ہیں۔ ارتکاز اقتدار ہی کا ایک پہلو مرکز میں اختیارات کا جمع ہو جانا اور دستور کے مطابق صوبوں اور لوکل باڈیز کو ان کے حقیقی اختیارات اور مواقع کار سے محروم رکھنا ہے۔ ملک اب اس مقام پر آگیا ہے جہاں اگر فوری اصلاح نہ ہوئی تو بہت بڑی تباہی سے دوچار ہو سکتا ہے۔ مرکز گریز تحریکوں کے رونما ہونے کی ایک بڑی وجہ نیچے تک اختیارات اور وظائف کی تقسیم اور ترسیل کے بنیادی مسئلہ سے اغماض ہے۔

جہالت کا ناسور

بگاڑ کا پانچواں سبب تعلیم کی کمی اور تعلیم کے اسی نظام کو مزید بگاڑ کے ساتھ باقی رکھنا ہے جو سامراجی قوتوں نے ایک غلام قوم کے لیے بنایا تھا۔ مسئلہ تعلیم سے محرومی کا بھی ہے اور غلط تعلیم کا بھی۔ پھر ملک میں آج کوئی ایک تعلیمی نظام نہیں ہے۔ تین تین نظام بیک وقت چل رہے ہیں۔ ایک عام لوگوں کے لیے جس کی زبوں حالی دیدنی ہے۔ ایک دوسرا روایتی دینی تعلیم کا نظام جو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں اور تیسرا وہ اشرافی (elitist) تعلیمی نظام جو صرف اہل ثروت اور مفاد پرست طبقہ کے بچوں کے لیے ہے اور جس کے ذریعہ یہ طبقہ اپنے اقتدار کو دوام بخشنے میں سرگرم ہے۔

غیر منصفانہ معاشی حکمت عملی

بگاڑ کا چھٹا سبب غلط معاشی نظام ہے جس نے ایک طرف زراعت کو قرار واقعی ترجیح نہیں دی اور دوسری طرف زراعت کی ایسی بنیادی اصلاحات کا راستہ روکا جس کے بغیر ملک زمینداری اور جاگیرداری کی لعنت سے نجات نہیں پا سکتا۔ اس پر مستزاد وہ نیا صنعتی اور تجارتی نظام ہے جس نے جدید سرمایہ داری کو کھل کھیلنے کا پورا موقع دیا ہے اور جس

کے نتیجے میں ملک میں ایک ایسی معیشت ترقی پا رہی ہے جس کی پیداواری صلاحیت محدود اور جس کا سارا ابھاو تعیش کی زندگی، سروسز کا فروغ، درآمدات کے ذریعے دولت مند طبقے کے لیے فراوانی کی کیفیت پیدا کرنا ہے۔ بنیادی صنعتی اور سماجی انفراسٹرکچر (industrial and social infra structure) کی ضرورت سے اغماض برتا جارہا ہے جس کے نتیجے میں غربت بڑھ رہی ہے۔ آبادی کا ۳۰ سے ۴۰ فی صدی آج ضروریات زندگی سے محروم ہے اور دولت کی غیر مساویانہ تقسیم میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

پس چہ باید کرد

سوال یہ ہے کہ اصلاح کا راستہ کیا ہے؟ ہماری نگاہ میں نہ فوج کی مداخلت حالات کو درست کر سکتی ہے اور نہ تشدد کی سیاست۔ ملکی سیاست میں تصادم اور تلخی جس حد کو پہنچ گئی ہے اس سے صرف سیاست ہی نہیں ملک کا وجود خطرے میں ہے۔ ہماری نگاہ میں اس کی بڑی وجہ حکومتوں کی آمرانہ روش، تنگ دلی اور تنگ نظری ہے۔ ویسے تو بگار کی ذمہ داری تمام ہی حکومتوں پر درجہ بہ درجہ آتی ہے لیکن موجودہ حکومت سب پر بازی لے گئی ہے۔ اس نے اقتدار میں آنے کے فوراً بعد تصادم کی جو روش اختیار کی، اس کا آغاز صوبہ سرحد میں صوبائی حکومت کو غیر دستوری، اور غیر اخلاقی طریقے سے تبدیل کرنا تھا۔ یہ وہ ٹیڑھی اینٹ تھی جس کے بعد سے حال یہ ہے کہ تاثریا می رود دیوار کج۔ اور اب تو عالم یہ ہے کہ کراچی سے راولپنڈی تک معصوم انسانوں کا خون بہایا جارہا ہے اور کسی کی آنکھ نہیں کھل رہی۔ یہی وہ حالات ہیں جو تشدد کی سیاست کو جنم دیتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ملک کے وہ تمام عناصر جو حالات سے غیر مطمئن ہیں، بگاڑ کے اسباب پر متفق ہیں اور جو اصلاح کے خواہاں ہیں وہ مل جل کر موثر سیاسی جدوجہد کے ذریعہ صرف بر سر اقتدار افراد ہی کو بدلنے کی سعی نہ کریں بلکہ نظام کو بھی بدلنے کی جدوجہد کریں۔ بگاڑ کے ایک ایک سبب کو دور کرنا ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ایک نئی قیادت ابھرے جس کا دامن پاک ہو، جو عوام میں سے ہو اور جو عوام کے سامنے جوابدہ ہو۔

اسلامی جموری عادلانہ نظام کا نفاذ

سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ پاکستان کے اصل مقاصد، اس کی منزل اور ترجیحات کے بارے میں یکسوئی ہو۔ وہ تمام دینی اور سیاسی عناصر جو اسلام، جمہوریت، عدل اجتماعی اور خود انحصاری پر یقین رکھتے ہیں وہ ایک دوسرے سے قریب آئیں

اور اصولوں پر پختہ ایمان رکھنے والی باکردار قیادت کو قوم کے سامنے لائیں۔

قائداعظمؒ نے اپنا مقدمہ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور روایتی سیاست کاروں کے سامنے نہیں، برعظیم کے مسلم عوام کی عدالت میں پیش کیا۔ ان کو بیدار اور متحد کیا اور ایک ایسی عوامی اور جمہوری لہر پیدا کی کہ روایتی قیادتیں اس سیلاب کے آگے بہہ گئیں۔ آج پھر اس کی ضرورت ہے کہ جمہوری ذرائع سے جمہور کو بیدار اور منظم کیا جائے اور پاکستان کے مقاصد کے لیے ان کو متحرک کیا جائے۔ ملکی اور غیر ملکی سازشی عناصر کا اصل توڑ عوام کی بیداری اور ان کی منظم قوت ہے۔

دوسری بنیادی چیز قیادت کا صحیح معیار ہے۔ قوم نے بہت دھوکے کھائے ہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ نئی قیادت عوام میں سے ابھرے۔ اور اپنے اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دستور پاکستان میں مرقوم معیار (دفعہ ۶۲-۶۳) پر پوری اترے۔ عوام اور الیکشن کمشن کو یہ اختیار ملنا چاہیے جیسا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں کہا ہے کہ وہ ان دفعات کو عملاً نافذ کر سکیں۔ یہ وہ چھلنی (filter) ہے جس سے بہتر قیادت رونما ہو سکتی ہے۔

تیسری چیز ایک ملی ضابطہ اخلاق کی تشکیل ہے جس کی پابندی تمام سیاسی جماعتوں، پریس اور میڈیا پر لازم ہو۔ اسے افہام و تفہیم سے مرتب کیا جانا چاہیے۔ کافی کام ماضی میں ہوا ہے۔ خود دستور میں اس سلسلہ میں بڑی رہنمائی موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پر نیا اتفاق رائے پیدا کیا جائے اور اس کے نفاذ کے لیے کوئی موثر نظام بنایا جائے خواہ عدلیہ اس کام کو انجام دے یا کوئی اور نیا قومی ادارہ۔

انتخابی نظام کی اصلاح، وقت کی ضرورت

چوتھی چیز نظام انتخاب کی اصلاح ہے۔ انتخابی کمیشن حکومت اور اہم احزاب اختلاف کے باہم مشورے اور اتفاق رائے سے مقرر ہونا چاہیے۔ پاکستان کے حالات میں انتخابات نگران حکومت کے تحت ہونے چاہئیں جس کے بغیر منصفانہ انتخابات کی توقع عبث ہے۔ بنگلہ دیش کا حالیہ تجربہ اس سلسلہ میں قابل غور ہے۔ اس امر پر بھی غور کی ضرورت ہے کہ اسمبلی کی مدت پانچ سال سے کم کر کے ۴ سال کر دی جائے تاکہ احتساب کم وقفے سے ہو سکے۔

بااختیار احتسابی کمیشن کا قیام

پانچویں چیز ایک اعلیٰ احتسابی کمیشن کا قیام ہے جس کا مطالبہ جماعت اسلامی اول دن

سے کر رہی ہے اور جس کا وعدہ خود پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی دونوں اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ دوسری جماعتوں نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ یہ مستقل کمیشن حکومت، احزاب اختلاف یا کسی بھی شہری یا متاثر ہونے والے فرد کی طرف سے تمام منتخب اور دوسرے ذمہ دار افراد کا احتساب کر سکے اور اس ادارہ کو یہ اختیار حاصل ہو کہ جس نے بھی اپنی سرکاری حیثیت کو ذاتی نفع کے لیے استعمال کیا ہو اسے قرار واقعی سزا دے اور عوامی وسائل ان سے واپس لے کر سرکاری خزانے میں لائے۔

اختیار و انتظام میں منصفانہ رویے

چھٹی چیز دستور کے مطابق صوبائی اور لوکل باڈی کی سطح پر اختیارات کی منتقلی ہے۔ سینیٹ کو زیادہ مضبوط اور موثر بنانا بھی اس سلسلہ میں بڑا مفید ہو سکتا ہے۔

ساتویں چیز عدلیہ کی آزادی، اس کی انتظامیہ سے علیحدگی اور عدلیہ کے فیصلوں کی بلاامتیاز تنفیذ ہے۔

آٹھویں چیز سول انتظامیہ اور پولیس کا ایسا انتظام ہے جو ان کی آزاد اور غیر سیاسی حیثیت کو مستحکم کر سکے۔ ملکی، سول انتظامیہ اور پولیس، ریاست کا ادارہ تو ہوں مگر حکمران پارٹی کے سیاسی آلہ کار نہ ہوں۔ اس کے لیے دستوری دیا جائے۔

نویں چیز قومی زندگی سے کرپشن کا خاتمہ اور اس کے لیے ہر سطح پر موثر مہم ہے۔

آخری اور بہت ہی ضروری چیز ایک نئی سماجی اور معاشی پالیسی ہے جس کا ہدف صحیح تعلیم کا فروغ، علاج کی سہولتوں کی فراہمی، غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ اور روزگار کے مواقع کی فراہمی اور ایسی معاشی اصلاحات ہیں جن سے سود، قمار اور ہر طرح کے استحصال کا خاتمہ ہو، دولت کی تقسیم منصفانہ ہو سکے اور تمام انسانوں کو زندگی کی جائز ضروریات مل سکیں۔

یہ وہ دس نکات ہیں جن پر عمل کر کے قوم ایک بار پھر اسلام کے حیات بخش نظام کے قیام کے لیے متحد اور سرگرم عمل ہو سکتی ہے اور چمن میں اس کی روٹھی ہوئی بہار واپس آ سکتی ہے۔

ترجمان القرآن، اگست ۹۶

وما علینا الا البلاغ

قیمت :2.25 روپیہ

منشورات

ہیڈ آفس: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ ۵۴۵۷۰ فون: ۵۴۲۵۳۵۶ فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴

کراچی: ڈیسنٹ بک پوائنٹ، ۵۷/ اے بلاک ۵، گلشن اقبال۔ فون: ۴۹۶۷۲۶۱